ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

درسِ نظامی میں عِلم الکلام کی تدریس اور منہج کا جائزہ

A REVIEW OF TEACHING AND PATTERN OF SCHOLASTICISM IN NIZAMI CURRICULUM

Hafiz Furqan Abbas
PhD. Scholar, SZIC, University of the Punjab, Lahore

Hafiz Ateeq Ur Rehman
Visiting Lecturer, SZIC, University of the Punjab, Lahore
Email: hafizateeq0@gmail.com

Abstract:
Since many years of history, Dars e Nizami or Nizami Curriculum has been an important and vital education setup for Muslim World. It has not only contributed to producing literate individuals, but it's been a hub to train civil servants of society. Muslim has a rich heritage regarding education as seeking knowledge is part of their religion and something having roots in Quran and Sunnah. Its curriculum was specifically designed to meet all the needs of an imperial person and make him the best performer while getting into power. By the time the syllabus has been updated and along with classical knowledge philosophy, logic, scholasticism etc. were also introduced. This curriculum was designed to mentally uplift people rather than just cramming the books. So, the teaching methodologies are special, and the teachers appointed are always top-notch. That is why this system has widened the horizons and research has been done all over the World on this system. This paper also sheds light on rational or logical sciences been taught in Dars e Nizami. And suggests the importance of these sciences and by examining the system and methodology some suggestions for improvement are also added to the paper.
Key Words: *Nizami Curriculum, Rational, Scholasticism, Books*

درس نظامی کا تعارف

درسِ نظامی "علومِ عربیہ واسلامیہ کا جامع اور ہمہ گیر نصاب ہے۔ یہ اس کی جامعیت ہی کی دلیل ہے کہ ساڑھے تین سو سال بیت چکے ہیں مگر اب بھی یہی نصاب یا تو مِن وعَن یا پھر کچھ تبدیلیوں کے ساتھ جنوبی ایشیا کے ہزاروں مدارس وجامعات میں رائج اور معیارِ فضیلت ہے۔ ان ساڑھے تین سو سالوں میں بڑے بڑے عُلما وفُضلا جو آسمانِ علم وفنّ کے آفتاب وماہتاب بنے وہ اوّلاً اسی نصاب کے خوشہ چِین ہوئے۔" درسِ نظامی" آسان لفظوں میں یوں کہیں کہ یہ ایک خاص طریقۂ درس ہے، اس کے تحت طالبِ علم کو شروع ہی سے متعدّد ایسی کتابیں پڑھادی جاتی ہیں جو ہر اہم علم وفن میں ضروری شُدبُد پیدا کر دیتی ہیں۔ ان میں سے کئی کُتب بانیِ درسِ نظامی کے تلامذہ کی تصانیف ہیں جو ان کے سامنے یا ان کے بعد تصنیف ہوئی تھیں۔[1]

اہم بانی شخصیات

مسلمانوں کی تاریخ میں علوم دینیہ کے حوالے سے دو شخصیات کا زیادہ تذکرہ ملتا ہے، ایک نظام الملک طوسی ہیں، ان کا اصل نام حسن بن علی اور لقب نظام الملک تھا اور یہ طوس کے ایک زمیندار علی کے بیٹے تھے، ان کا سن پیدائش ۴۰۸ھ ہے۔ یہ بچپن سے ہی بہت ذہین اور کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ اپنی ذہانت سے انتہائی کم عمری میں کئی علوم پر عبور حاصل کیا۔ سلجوقی عہد میں وزارت عظمی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس عہد کے تمام کارنامے نظام الملک کے دور وزارت کے مرہون منت ہیں، یہ عہد سلجوقیوں کا

درخشاں عہد کہلاتا ہے۔ انھوں نے سلطان الپ ارسلان کے عہد میں ایسے جوہر دکھائے کہ تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کی ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں۔ انھوں نے ملک کے گوشے گوشے میں مدارس کا جال بچھا دیا اور سب سے بڑا اور اہم مدرسہ بغداد کا **مدرسہ نظامیہ** تھا۔

دوسری شخصیت ملا نظام الدین سہالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے، ان کا سن ولادت ۱۰۸۸ھ ہے۔ یہ سہالی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ملا قطب الدین سہالوی اپنے وقت کے متبحر عالم تھے، ۱۹ رجب ۱۱۰۴ھ مطابق مارچ ۱۶۹۲ء کو ملا قطب الدین کی شہادت ہوئی۔ آپ کے گھر بار کو جلایا گیا۔ چونکہ آپ کا تعلق اورنگ زیب عالمگیر سے تھا۔ اس لیے عالمگیر نے ان کے خاندان کو سہالی سے لکھنو منتقل کیا اور فرنگی محل نامی ایک بڑی حویلی ان کے نام کردی۔ وہاں پر انہوں نے ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی۔ ملا نظام الدین نے اس مدرسے کے لیے ایک نصاب ترتیب دیا جو اپنی افادیت کی وجہ سے ملک کے تمام مدارس کا نصاب بن گیا۔ ان ہی کی نسبت سے اس تعلیمی نصاب کو درس نظامی سے موسوم کیا گیا ہے۔ اکثر لوگوں کو دونوں بزرگوں کے ناموں میں نظام کا لفظ مشترک ہونے کی وجہ سے غلط فہمی ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ درس نظامی مدرسہ نظامیہ بغداد کے بانی نظام الملک طوسی کا بنایا ہوا نصاب ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ درس نظامی کا نصاب ملا نظام الدین سہالوی اور ان کے والد ماجد ملا قطب الدین سہالوی کا بنایا ہوا نصاب ہے۔ حضرت ملا قطب الدین شہید نے اپنے درس کے لیے ایک خاص طریقہ اختیار کیا، وہ یہ کہ اُن کی نظر میں ہر فن پر جو کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہترین ہوتی تھی، اُسے پڑھاتے تھے۔ اس سے ان کے تلامذہ صاحب تحقیق ہو جاتے تھے۔ جبکہ ان کے فرزند حضرت ملا نظام الدین نے ہر علم وفن پر ایک ایک کتاب کا مزید اضافہ کر دیا۔ یوں بالعموم یہ ہر فن کی دو دو کتابیں پڑھاتے اور بعض ذہین طلبہ کو ایک ہی کتاب پڑھاتے تھے۔

درس نظامی کا نصاب:

کسی بھی نصاب کو بنانے میں اس دور کی دینی وقومی ضروریات کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ ملا نظام الدین سہالوی نے اس دور میں دینی وقومی ضروریات کو سامنے رکھ کر تمام ضروری دینی وعصری علوم کو نصاب میں شامل کیا تھا۔ قرآن وحدیث، عربی ادب، بلاغت، صرف ونحو، فارسی زبان، فقہ، اصول فقہ، کلام، منطق، ریاضی، فلسفہ وحکمت کے علاوہ فلکیات، ریاضی، طب، انجینئرنگ وٹیکنالوجی اور دیگر فنون بھی اس نصاب کا حصہ تھے۔ اور یہ اس وقت کی دینی وقومی ضروریات پر مشتمل جامع نصاب تھا۔ یہ نصاب ۱۸۵۷ء تک ہندوستان میں رائج رہا، ۱۸۵۷ء کی جنگ نے مسلمانوں کے عروج کو زوال سے بدل دیا. اور مسلمانوں کے تمام امتیازات کا خاتمہ ہو گیا، اس لیے یہ نصاب بھی سرکاری سرپرستی سے محروم ہو گیا۔

۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی عدالتی نظام نے اسلامی عدالتی نظام اور انگریزی علوم نے اسلامی علوم کی جگہ لی تو نئے تعلیمی نظام میں ضرورت نہ ہونے کی بنا پر قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کی طرف لوگوں کا رجحان کم ہو گیا۔ سرکاری سرپرستی کے بغیر علماء نے قرآن وحدیث اور فقہ اور عربی وفارسی کی تعلیم مدارس میں دینا شروع کی تاکہ دین اور دینی علوم سے مسلمانوں کا رشتہ برقرار رہے، آج بھی مدارس سرکاری سرپرستی کے بغیر اکابر کی للّٰہیت کی برکت سے چل رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے اور بعد کے نصاب میں ایک بنیادی فرق یہ آیا کہ پہلے نصاب دینی اور دنیاوی علوم کا مجموعہ تھا اور ہندو مسلم عیسائی سب ایک ہی مدرسے میں اس نصاب سے مذہب ومسلک کے امتیاز کے بغیر مستفید ہوتے تھے، جبکہ بعد میں یہ نصاب دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ دینی مدارس کے نصاب کو دینی علوم سے تعبیر کیا گیا، جبکہ اسکول وکالج کے نصاب کو عصری علوم کا نام دیا گیا اور یہ تفریق آج بھی جاری ہے، مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب بعض اضافات وترامیم یعنی حذف واضافہ کے ساتھ آج بھی "درس نظامی" ہی کہلاتا ہے۔

درس نظامی سے پہلے بھی برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ مدارس کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ غزنوی سلطنت ہو یا لودھی سلطنت یا عالمگیر سے پہلے کی مغل سلطنت، یہاں تعلیم وتعلم کے لیے ادارے موجود تھے، جن میں اس وقت کے رائج نصاب پڑھائے جاتے تھے، اس میں تفسیر واصول تفسیر، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، تصوف، علم الکلام، عربی لغت وادب، صرف ونحو اور منطق وفلسفہ کے مضامین شامل تھے، بعد میں اس نصاب میں بڑی وسعت پیدا کی گئی تھی، چنانچہ شہریت معاشیات، فلکیات، طبعیات، ریاضی اور طب بلکہ موسیقی تک کو نصاب کا حصہ بنا دیا اور اس نظام تعلیم نے ہر فن میں ید طولی رکھنے والے افراد تیار کیے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور نواب سعد اللہ خان ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں، ایک روحانی دنیا کے متفقہ پیشوا ہیں، جبکہ دوسرے اڑتالیس سال تک متحدہ ہندوستان کے وزیر اعظم رہے۔ ان کی قلم رو میں موجودہ افغانستان، پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال شامل تھے۔ یعنی اس نظام تعلیم سے دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں عبقری افراد نے جنم لیا۔ دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک تاج محل کو بنانے والا انجینئر بھی اسی نظام تعلیم کا پڑھا ہوا تھا۔

نصاب کی ترتیب:

ملا نظام الدین سہالوی کی کی مرتب کردہ نصاب درس نظامی کی ترتیب کچھ اس طرح تھی: **علم تفسیر** میں علامہ جلال الدین سیوطی (م ۱۵۰۵ء)، علامہ جلال الدین محلی (م ۱۴۵۹ء) کی تفسیر جلالین اور علامہ ناصر الدین بیضاوی (م ۱۲۸۶ء) کی تفسیر بیضاوی شامل تھی۔ **علم حدیث** میں ابو عبد اللہ ولی الدین تبریزی (م ۷۴۱ھ) کی کتاب مشکوۃ المصابیح، شامل تھی۔ **علم فقہ** میں علامہ برہان الدین مرغینانی (م ۱۱۹۷ھ) کی کتاب ہدایہ اور عبید اللہ بن مسعود صدر الشریعہ (م ۱۳۴۶ھ) کی کتاب شرح الوقایہ شامل تھیں۔ **علم اصول فقہ** میں سعد الدین تفتازانی م (م ۱۳۸۹ء) کی کتاب توضیح تلویح، شیخ احمد بن ابی سعید ملاجیون (م 1718ء) کی کتاب نور الانوار اور قاضی محب اللہ بہاری (م 1707ء) کی کتاب "مُسلم الثبوت" شامل تھیں۔ **علم نحو** میں سید شریف جرجانی (م 1413ء) کی کتاب نحو میر، عبد القاہر جرجانی کی کتاب شرح مائۃ عامل، ابو حیان محمد بن یوسف بن علی (م 1344ء) کی کتاب ہدایۃ النحو، ابن حاجب (م 1249ء) کی کتاب کافیہ، عبد الرحمن جامی (م 1492ء) کی کتاب شرح جامی شامل تھیں۔ **علم الصرف** میں ملا حمزہ بدایونی کی کتاب میزان ملا حمید الدین کاکوری کی کتاب منشعب، سید شریف جرجانی (م 1413ء) کی کتاب صرف میر، سراج الدین اودھی کی کتاب پنج گنج ظہیر بن محمود بن مسعود علوی کی کتاب زبدہ، قاضی علی اکبر حسینی اللہ آبادی (م 1678ء) کی کتاب فصول اکبری اور ابن حاجب (م 1249ء) کی کتاب شافیہ شامل تھیں۔ **علم بلاغت** میں علامہ سعد الدین تفتازانی (م 1390ء) کی کتابیں مختصر المعانی اور مطول شامل تھیں۔ **علم الکلام** میں علامہ سعد الدین تفتازانی کی کتاب شرح عقائد نسفی، جلال الدین دوانی (م 1502ء) کی کتاب شرح عقائد جلالی، سید شریف جرجانی کی کتاب شرح مواقف اور میر محمد زاہد ہروی (1690ء) کی تاب رسالہ میر زاہد شامل تھیں۔

علم منطق میں قطب الدین رازی کی کتاب قطبی، قاضی محب اللہ بہاری کی کتاب مسلم العلوم، سید شریف جرجانی کی کتاب میر قطبی سید شریف جرجانی کی کتاب کبری، امیر الدین ابری (م 1344ء) کی کتاب ایساغوجی، سعد الدین تفتازانی کی کتاب تہذیب اور عبد اللہ یزدی (م 1575ء) کی کتاب شرح تہذیب شامل تھیں۔ **علم فلسفہ وحکمت** میں میر حسین میڈی (م 1852ء) کی کتاب شرح ہدایۃ الحکمۃ، میبدی، صدر الدین محمد بن ابراہیم (م 1840ء) کی کتاب صدرا، ملا محمود بن شیخ شاہ محمد فاروق جون پوری (م 1852ء) کی کتاب شمس بازغہ شامل تھیں۔ **علم ریاضی** میں بہاء الدین عاملی (م 1622ء) کی کتاب خلاصۃ الحساب، خواجہ نصیر الدین طوسی (م 1275ء) کی کتاب تحریر اقلیدس، بہاء الدین عاملی کی کتاب تشریح الافلاک، علاء الدین قومی (م 1474ء) کی کتاب رسالہ توشجیہ اور علامہ موی پاش روی متوفی 1437ء کی کتاب شرح چغمینی شامل تھیں۔ یہ گیارہ علوم درس نظامی میں پڑھائے جاتے تھے۔ اب بھی کچھ اضافہ وترمیم کے ساتھ یہی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

علم الکلام کا معنی و مفہوم:

لغوی اعتبار سے کلام ”ک، ل، م“ سے لیا گیا ہے- اَکَلْمٌ مصدر ہے اور یہ دو معنی کیلئے آتا ہے :۱- بامعنی بات پر دلالت کرنا 2- زخمی کرنا

اصطلاح میں ”ما یتلفظ به الانسان“ (انسان جس کے ساتھ تلفظ کرے) اس کو کلام کہتے ہیں-[2]

علم الکلام ایسا علم ہے جس کا مقصد اسلامی عقائد و نظریات کی حقانیت کو از روئے عقل محکم و مضبوط دلائل سے ثابت کرنا اور ان میں پیش آنے والی خرابیوں اور توہمات کو دور کرنا ہے تاکہ اسلامی عقائد کی اصل شکل بر قرار رہے جو حضور نبی کریم (ﷺ) اور صحابہ کرام و تابعین کے دور میں تھی- علم الکلام میں عقائد نظریات پہلے سے موجود ہوتے ہیں- فقط عقلی دلائل کے ذریعے ان کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے- اس کی مزید وضاحت کیلئے علم الکلام کی چند تعریفات درج ذیل ہیں:

تعریفاتِ علم الکلام: اسلامی نظریات کے مطابق وہ علم جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، پیدائش مخلوق اور آخرت کے متعلق بحث کی جائے-[3] علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: ”هُوَ عِلْمٌ يَتَضَمَّنُ الحِجَجَ عَنِ الْعَقَائِدِ الْإِيْمَانِيَّةِ بِالْأَدِلَّةِ الْعَقَلِيَّةِ وَالرَدُّ عَلى الْمُبْتَدِعَةِ الْمُنْحَرِفِيْن فِيْ الْاِعْتِقَادَاتِ عَن مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَ أَهْلِ السنَةِ“[4] (وہ علم جس میں عقائد ایمانیہ کا دلائل عقلیہ کے ذریعے دفاع کیا جاتا ہے نیز بدعتیوں اور اہل سنت و سلف کے عقیدہ سے انحراف کرنے والوں کا رد کیا جاتا ہے-)

اس کے علاوہ بھی علماء نے اسی تعریفات لکھی ہیں: ”هُوَ عِلْمٌ التَّوْحِيْدِ وَالصَّفَاتِ الْمَوْسُوْمُ بِالْكَلَامِ الْمُنْجِیْ عَنْ غَیاهبِ الشُّكُوْكِ وَ ظُلُمَاتِ الْاَوْهَامِ“[5] (وہ علم توحید والصفات جس کا نام کلام رکھا گیا ہے (وہ علم الکلام) جو شکوک کے اندھیروں اور وہموں کی تاریکیوں سے نجات دلانے والا ہے-) مزید یہ کہ: ”عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ ذَاتِ اللهِ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تَعَالٰی و صِفَاتِهٖ وَ اَحْوَالِ الْمُمْكِنَاتِ مِنَ الْمُبْدَاِ والْمَعَادِ عَلٰی قَانُوْنِ الْاِسْلَامِ"[6](علم الکلام وہ علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور ممکنہ احوال یعنی مبداء و معاد سے قانونِ اسلام کے مطابق بحث کی جاتی ہے۔)

علم الکلام کے بہت سے نام آئمہ دین نے بیان کیے ہیں۔ علم الکلام کو علم العقائد، علم اصول الدین، الفقہ اکبر، علم التوحید وصفات، علم الاستدلال۔ علم اسماء وصفات، علم الاصول اور جبکہ عصر حاضر میں التصور الاسلامی، الفکر الاسلامی اور علم النظام کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علم الکلام کے بعد جو نام سب سے زیادہ معروف ہوا وہ علم العقائد ہے۔عقائد۔عقیدہ کی جمع ہے اور عقیدہ کی تعریف ہے:"اَلْقَضِيَّةُ الَّتِيْ يُصَدَّقُ بِهَا"(یعنی عقیدہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس کی تصدیق کی جائے۔)مثلاً: اللہ ایک ہے اور حضور نبی کریم (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔علم الکلام کو اسلامی عقائد کے قواعد کی بنیاد اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ علم الکلام ان قواعد کا جامع ہے اور ان پر دلائل قائم کرتا ہے۔ بعض لوگوں کے ہاں عقیدہ نفسِ تصدیق کو بھی کہتے ہیں۔[7]

درس نظامی میں علم الکلام کا انداز تدریس:

مروجہ درس نظامی کی تعلیم کا دورانیہ آٹھ سال پر مشتمل ہے، ابتدائی دو سالوں کی تعلیم ثانویہ عامہ، اس کے بعد دو سال ثانویہ خاصہ، اس کے بعد دو سال شہادۃ العالیہ اور آخری دو سال شہادۃ العالمیہ کہلاتے ہیں۔ آٹھ سالہ درس نظامی کی سند یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی قرار دی ہے۔اس وقت ملک عزیز میں HEC کے تحت پندرہ دینی بورڈز میں جن میں سے آٹھ بورڈز میں درس نظامی میں شامل الکلام کی کتب کا نام پیش کرتے ہیں۔اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان ایسے وفاقی دینی تعلیمی بورڈ کا اتحاد ہے جن کی رجسٹریشن 1982ء سے 1987 تک عمل میں آئی تھی اس وقت درج ذیل پانچ بورڈ تھے 2021 اور اس کے بعد دس مزید بورڈز بنائے گئے جواب اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کا حصہ ہے۔

نمبر شمار	نام بورڈ	صدر مقام	مسلک	وابستگی
1	تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان	لاہور	بریلوی	جامعہ نظامیہ، جامعہ نعیمیہ
2	وفاق المدارس العربیہ پاکستان	ملتان	دیوبندی	جامعہ خیر المدارس
3	وفاق المدارس الشعیہ پاکستان	لاہور	شعیہ	جامعہ المنتظر
4	وفاق المدارس السلفیہ پاکستان	فیصل آباد	اہلحدیث	
5	رابطۃ المدرس الاسلامیہ	لاہور	۔	جماعت اسلامی
6	نظام المدارس پاکستان	لاہور	بریلوی	تحریک منہاج القرآن
7	مجمع المدارس تعلیم الکتاب والحکمہ	لاہور	شعیہ	جامعہ العروۃ الوثقی
8	وفاق لمدارس الاسلامیہ	فیصل آباد	بریلوی	جامعہ رضویہ
9	وفاق المدارس والجامعات الدینیہ الباکستانیہ	لاہور		
10	اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان	کراچی	اہلحدیث	
11	اتحاد المدارس العربیہ پاکستان	مردان	دیوبندی	
12	وحدت المدارس الاسلامیہ پاکستان	صوابی	دیوبندی	اشاعت التوحید والسنہ لعالمیہ
13	مجمع العلوم الاسلامیہ پاکستان	کراچی	دیوبندی	جامعہ الرشید
14	بورڈ آف اسلامک ایجوکیشن		اہلحدیث	

15	کنزالمدارس	کراچی	بریلوی	دعوت اسلامی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان: وفاق المدارس لعربیہ میں علم الکلام کی درج ذیل کتب پڑھائی جاتی ہیں:

۱۔الانتباھات المفیدۃ از مولانا اشرف علی تھانوی ۲۔عقیدہ طحاویہ از امام ابو جعفر طحاوی ۳۔شرح عقائد از سعد الدین تفتازانی

وفاق المدارس الاسلامیہ الرضویہ پاکستان:

وفاق المدارس الاسلامیہ الرضویہ میں علم الکلام کی درج ذیل کتب پڑھائی جاتی ہیں:

۱۔قانون شریعت (از ابتداء تا آخر تقلید) ۲۔اعتقاد الاحباب فی الجمیل (مولانا احمد رضا خان قادری) ۳۔شرح العقائد (سعد الدین تفتازانی)

۴۔اصول الدین (مصنف امام بزدوی) ۵۔عقیدہ طحاویہ (مصنف از امام طحاوی) ۶۔ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (امام احمد رضا خان)

۷۔من عقائد اھل السنتہ (علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری) ۸۔نبراس (مصنف عبد العزیز پرہاروی)

تنظیم المدارس پاکستان:

۱۔ہمارا اسلام حصہ (مکمل)، حصہ دوم از علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی ۲۔قانون شریعت از ابتدا تا آخر تقلید

۳۔العقائد والمسائل از مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ۴۔اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (مصنف: مفتی نقی علی خان)

کنزالمدارس:

۱۔فقہ الکبر مصنف امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ۲۔بزرگوں کے عقیدے مصنف مفتی جلال الدین امجدی

۳۔اعتقاد الاحباب، کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب مصنف مولانا امام احمد رضان خان، مولانا محمد الیاس عطار قادری ہے۔

۴۔النور المبین (مصنف اثیر الدین المفضل بن عمر الابھری، علامہ محمد بن احمد جزی غرناطی مالکی) ۵ شرح عقائد نسفی (مصنف سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی)

نظام المدارس:

۱۔کتاب الشریعۃ (لابی بکر محمد بن الحسین الاجری) ۲۔استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول وذوی الشرف (للامام محمد بن عبد الرحمن السخاوی ت: 831ھ)

۳۔کتاب التمہید فی بیان التوحید لابی شکور السالمی

از ڈاکٹر محمد طاہر القادری:

۱۔سلسلہ تعلیمات اسلام (ایمان) افادات ۲۔حقیقت توحید ورسالت ۳۔مبادیات عقیدہ توحید

۴۔عقیدہ استغاثہ ۵۔تصور بدعت ۶۔کتاب التوحید (جلد اول)

وفاق المدارس الشعیہ: اس کا دوسرا نام وحدت المدارس الشعیہ بھی ہے۔علم الکلام کی درج ذیل کتب پڑھائی جاتی ہیں:

۱۔ہمارے عقائد کے مصنف (آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی) ہے۔ ۲۔عقائد کی کتاب تقویۃ الایمان (از مولانا سید سلیمان ندوی)

وفاق المدارس السلفیہ پاکستان: اس بورڈ میں علم الکلام درجہ ذیل کتب پڑھائی جاتی ہیں:

۱۔تقویۃ الایمان (از مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی) ۲۔کتاب التوحید از للشیخ محمد بن عبد الوھاب ۳۔شرح العقیدۃ الوسطیۃ للشیخ محمد خلیل ھواس

کتابوں کا تعارف: اب ہم دینی مدارس میں علم الکلام کی پڑھائی جانے والی چند ایک کتب کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

الانتباھات المفیدہ کا تعارف

یہ مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کی عقائد کی مختصر اور جامع تصنیف ہے، افتتاحی تقریر اور تمہید کے بعد سات اصول بیان کئے گئے ہیں، پھر سولہ انتباہات ہیں، پہلا انتباہ حدوث مادہ سے متعلق، دوسرا قدرت حق تعالٰی کی تعیم کے متعلق، تیسرا نبوت، چوتھا قرآن مجید، پانچواں حدیث، چھٹا اجماع، ساتواں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

قیاس، آٹھواں فرشتوں اور جنات کی حقیقت، نواں قبر کے واقعات اور آخرت کے احوال جنت دوزخ پل صراط میزان، دسواں کائنات، گیارہواں مسئلہ تقدیر، بارہواں ارکان اسلام اور عبادات، تیرھواں باہمی معاملات اور سیاسیات، چودھواں معاشرت، پندرہواں اخلاق باطنی اور جذبات نفسانیہ اور سولہواں انتباہ استدلال عقلی سے متعلق ہے، یہ کتاب وفاق المدارس کے درجہ خامسہ میں داخل نصاب ہے۔

شرح عقائد کا تعارف:

یہ کتاب دو تالیفات کا مجموعہ ہے۔ متن کا نام: العقیدۃ النسفیہ ہے جس کے مولف امام ابو حفص عمر بن محمد النسفی (متوفی ۵۳۷ھ) ہیں جنھیں طبقاتِ حنفیہ میں ''مفتی الثقلین'' کے جلیل الشان لقب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جب کہ شرح جسے عام طور پر ''شرح عقائد'' کے مختصر نام سے جانا جاتا ہے اس کے مولف عرب وعجم میں معروف بلند پایہ محقق ومدقق عالم، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) ہیں۔

کتاب کے مضامین کی نوعیت: متن میں شامل موضوعات کو درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) عقائد اسلام کے اثبات اور دفاع کے لیے جامع تمہید

(۲) مباحثِ اِلٰہِیَّات: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اَفعال کے بارے میں دینی عقائد کا بیان

(۳) مباحثِ نُبُوَّات: یعنی اَنبیاء ورُسُل علیہم السلام کی بعثت، نبوت ورسالت اور ان کے معجزات ودَلائل کا بیان۔

(۴) مباحثِ مَعاد: یعنی موت اور موت کے بعد کی زندگی، قبر، حشر، قیامت اور جنت وجہنم وغیرہ سے متعلق عقائد کا بیان

(۵) عقائد اور مسائل کی بعض وہ جزئیات جو باطل وگمراہ فرقوں کے مقابلے میں ''اَہل السنۃ والجماعۃ'' کے لیے باعثِ اِمتیاز ہیں۔ مثلاً مسئلہ اِمامت، مسئلہِ عدالتِ صحابہ وغیرہ۔

چنانچہ جب متن ان پانچ مباحث پر مشتمل ہے تو یقیناً شرح بھی ان ہی پانچ مباحث پر، مزید توضیحات وتفصیلات کے ساتھ مشتمل ہے۔ فرق یہ ہے کہ متن میں فقط ان مباحث کا اجمالی بیان ہے، اور دلائل اور اعتراضات کے جوابات سے اس میں کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ جب کہ شرح میں ان پانچ مباحث پر عقلی ونقلی دلائل بھی فراہم کیے گئے ہیں اور اہم اہم اِعتراضات اور ان کے جوابات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

شرح عقائد کی خوبیاں: اس کتاب ''شرح عقائد'' کی خوبیاں درج ذیل نکات میں الگ الگ بیان کی جاتی ہیں:

۱- یہ کتاب دو جلیل القدر اہل علم کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ ۲- متن اپنے اختصار کے باوجود جامعیت کی بہترین شان لیے ہوئے ہے۔

۳- متن میں اہل السنۃ والجماعۃ کی نمائندگی کی گئی ہے۔ ۴- عقائد کی تمام اہم مباحث کا نچوڑ سادہ لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔

۵- شرح میں علم کلام کی تاریخ پر اِختصار اور جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۶- علم عقائد کی اہمیت اُجاگر کی گئی ہے۔

۷- اِلٰہیات میں فلسفیانہ مباحث میں توسع سے گریز کیا گیا ہے۔ ۸- تمام اہم مباحث میں حسبِ ضرورت فلاسفہ اور مسلمانوں میں موجود گمراہ فرقوں کی تردید کی گئی۔

۹- تمام اہم مباحث میں دلائل عقلیہ اور نقلیہ دونوں کے بیان کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۱۰- اِلٰہیات، نبوات، معاد، عدالتِ صحابہ، کرامت اولیاء اور مبحث امامت وخلافت میں اہل السنۃ والجماعت کے مسلک کی نمائندگی کی گئی ہے۔

۱۱- ایمانیات کی بحث میں راہِ اعتدال کو مدلل کیا گیا ہے جس سے بے وجہ تکفیر وخارجیت کے ساتھ ساتھ اباحت پسندی کا بھی سدِّباب ہو جاتا ہے۔

۱۲- امامت کی بحث میں کامل خلافت، ناقص خلافت اور جبری خلافت کا بیان کر کے بہت سی سیاسی موشگافیوں کا عُقدہ حل کیا گیا ہے۔

الغرض یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی درست اور موثر تعلیم وتدریس ایک عالم کو صحیح معنیٰ میں ''داعی اسلام'' اور ''متکلمِ اہل سنت'' بنا سکتی ہے۔

عقیدہ طحاویہ کا تعارف:

العقيدة الطحاوية: یہ معروف حنفی محدث وفقیہ امام ابو جعفر الطحاوی المصری الحنفی کا مرتب کردہ مختصر سا رسالہ ہے، جو دلائل اور اعتراضات وجوابات جیسی پیچیدہ مباحث سے خالی ہے۔ امام طحاوی نے شروع میں بیان کیا ہے اس میں وہ عقائد ہیں جو امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد سے منقول وماثور ہیں۔ یہ امام طحاوی کی مایہ ناز کتابوں میں سے ایک ہے اور کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے اور اس کی بہت ساری شروحات لکھی گئی ہیں۔

نبراس کا تعارف:

نبراس شرح عقائد نسفی کی شرح ہے جو علامہ عبد العزیز پرہاروی کی تصنیف ہے علامہ کی کتاب "النبراس" پوری اسلامی دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے فاضل معلم علامہ سید مناظر احسن گیلانی اپنی محسن کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے النبراس" کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں "میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ علم کلام کا تصوف کے نظری حصے سے جو تعلق ہے سب سے پہلے اس کا سراغ مجھے نبراس ہی کے چراغ کی روشنی میں ملا-"ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ابو الحسن علی ندوی کے والد سید عبد الحی ندّوی نے اپنی کتاب "نزہتہ الخواطر" میں آپکا تذکرہ انتہائی شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے آپ کے فلکیات (Astronomy) کے متعلق رسالے "سرالسماء" کے حصول کے لیے مختلف مشاہیر علم کو سات سے زائد خطوط لکھے۔ "تاریخ ملتان ذیشان" کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو اور "تاریخ فقہائے ملتان" کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد دو سو ہے۔۔ ایسے قرائنی شواہد موجود ہیں کہ آپ کی بعض کتابیں یورپ میں پڑھائی جاتی رہیں بحوالہ تاریخ ملتان۔ یہ ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ جید اہل علم ہمیشہ آپ کے علمی کارناموں کے مداح اور معترف رہے۔

التمہید فی بیان التوحید کا تعارف:

اس کے مصنف امام ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی ماتریدی حنفی ہیں.. یہ بزرگ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ہم عصر پانچویں صدی کے بہت بڑے حنفی عالم و متکلم تھے۔ ان کا مزار ہندوستان کی ریاست پٹیالہ کے علاقے سرسالہ میں ہے۔ یہ کتاب عقائد اہل سنت پر معتمد علیہ ہے.. حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اسے طلباء کو سبقاً پڑھایا کرتے تھے[8]۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات میں اس کے حوالے بھی ملتے ہیں۔[9]

علامہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون جلد 1 صفحہ 484 اور مشہور جرمن محقق براکلمن نے تاریخ ادب اللغۃ العربیہ میں جلد 1 صفحہ 419 میں اس کا تعارف کروایا ہے۔ پاکستان میں علامہ سید ابو البرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ حزب الاحناف لاہور) اس کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے اور علماء کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے۔ انہیں اپنے دور طالب علمی میں اس کا ایک نسخہ بدایوں سے ملا تھا۔ تو انہوں نے اسے اپنے پاس نقل کر دیا تھا اور پاکستان میں یہ کتاب پہلی مرتبہ آپ نے ہی شائع کی تھی۔ اور آپ نے ہی اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے جو فرید بک اسٹال لاہور کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ آپ نے جن ایام میں کیا وہ لاک ڈاؤن کے ایام تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:"1972 میں راقم ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: کہ گذشتہ دنوں پاکستان اور ہندوستان کی جنگ کی وجہ سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق جاری نہیں رہ سکے 'کیونکہ ان دنوں کرفیو تھا' میں نے فرصت کے ان لمحات میں تمہید ابو شکور سالمی کا ترجمہ کر دیا ہے"۔[10]

کتاب الشریعہ کا تعارف:

کتاب "الشریعہ" چوتھی صدی کے امام، محدث، پیشواء سلف صالحین و اہل سنہ، شیخ الحرم، امام آجری کی تصنیف لطیف ہے۔ جس کو ان کے شاگرد احمد بن محمد ابو بکر نے ان سے روایت کیا. اصح قول کے مطابق آپ 280 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے. آپ کا نام محمد بن حسین بن عبد اللہ اور کنیت ابو بکر ہے۔ بغداد کے ایک محلہ "درب آجر" کی نسبت سے آجری، شہر بغداد کی نسبت سے بغدادی اور اقامت مکہ کی وجہ سے مکی کہلائے. آپ نے اپنی زندگی کا اوائل حصہ بغداد اور آخری حصہ مکہ میں گذرا. علم و فنون کے عروج زمانہ دونوں شہروں سے آپ نے بہت سارے مشائخ سے استفادہ کیا اور آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا جن میں قاضی الحرمین، حافظ ابو نعیم اصفہانی اور ابن نحاس کے اسماء ملتے ہیں۔ آپ نے فقہی اعتبار سے سب سے اکتساب فیض کیا، باطل فرقوں سے اجتناب کیا اور انہی کے متعلق قرآن و احادیث سے مواد اکٹھا کر کے ان کے بطلان میں اس کتاب "الشریعہ" میں محفوظ کیا. امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں ان کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے۔ محدث، امام اور ثقہ رجال میں سے ہیں اور تعریف میں کچھ یوں کہا کہ وہ صدوق، نیک، عبادت گزار، سنت کے عالم اور اس کی پیروی کرنے والے تھے۔ آپ نے اس کتاب کا زیادہ تر مواد بغداد میں جمع کیا اور باقاعدہ تالیف مکہ مکرمہ میں شروع کی، امام ابو علی حنبلی نے امام آجری کی کتاب الشریعہ کی ترتیب پر ایک کتاب "المختار فی اصول السنہ " تالیف کی جس میں انھوں نے اپنی اسانید سے نقل کیا اس کتاب کو الشریعہ کا مستخرج قرار دیا جاسکتا ہے یہ کتاب (الشریعہ) پہلی دفعہ 1950 میں قاہرہ سے شائع ہوئی اس کے بعد اس کے کافی نسخے منظر عام پر آئے لیکن مستند و مشہور نسخہ تفصیل و تحقیق کے ساتھ "مؤسسہ قرطبہ" سے شائع ہوا. اس کا اردو ترجمہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

تقویۃ الایمان کا تعارف:

(تَقْوِيَةُ الْإِيْمَان) شاہ اسماعیل دہلوی کی مشہور و معروف کتابوں میں سے ایک ہے۔ اپنی اشاعت سے لے کر آج تک اس کے اثرات برابر جاری ہیں۔ اشاعت کے ساتھ ہی علمانے اس پر سخت نکتہ چینی کی اور اس کے پر تشدد جملوں پر تحفظات کا اظہار کیا۔ بعد میں مختلف اداروں اور شخصیات نے اس کو ترمیم کے ساتھ ہی شائع کیا ہے۔ اس پر حکومت پاکستان کی طرف سے پابندی بھی عائد کی گئی تھی۔ کتاب کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ شاہ اسماعیل دہلوی نے کتاب لکھنے کے بعد، اپنے چند ساتھیوں کے سامنے پیش کی اور کہا: "میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے اس وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی۔۔۔ گو اس سے شورش ہو گی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے [11]

کتاب شائع ہوتے ہی، مصنف کے خدشات کے مطابق شورش اور سخت رد عمل شروع ہو گیا۔ برصغیر میں کسی کتاب کا اتنا رد نہیں کیا گیا، جتنا اس کتاب کا۔ بیسیوں لوگوں نے کتاب سے اثر لے کر، اپنا عقیدہ تبدیل کیا۔ کتاب سے پیدا ہونے والے کئی مسائل جیسے مسئلہ امتناع نظیر اور مسئلہ امکان نظیر، اثر ابن عباس، خاتم النبیین کا مطلب، حیات انبیا بعد از وفات انبیا، استعانت غیر اللہ، وسیلہ وغیرہ کی وجہ سے علما ایک دوسرے کے مقابل آتے گئے اور آخر کار دو گروہوں میں بٹ گئے، مولانا سید احمد رضا بجنوری اس انتہائی اثر پر لکھتے ہیں: "افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور نوے فیصد حنفی المسلک ہیں۔ دو گروہ میں بٹ گئے ہیں۔"

تقویۃ الایمان کے رد اور حق میں کئی کتب اور رسالے شائع ہوئے۔ مولانا شاہ فضل امام حضرت شاہ احمد سعید دہلوی شاگرد رشید مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا فضلِ حق خیر آبادی، مولانا عنایت احمد کاکوروی مصنف علم الصیغہ، مولانا شاہ رؤف احمد نقشبندی مجدّدی تلمیذِ رشید شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے "شاہ اسماعیل دہلوی" اور مسائلِ "تقویۃ الایمان" کا مختلف طریقوں سے رد فرمایا حتیٰ کہ "شاہ رفیع الدین صاحب محدّث دہلوی" نے اپنے فتاویٰ میں بھی "کتاب التوحید" اور مسائل "تقویۃ الایمان" کے خلاف واضح فتویٰ شائع کیے۔

رد میں کتابیں:

۱۔ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، فضل حق خیر آبادی، مجاہد جنگ آزادی ہند 1857ء
۲۔ امتناع نظیر، ایضاً، فارسی زبان میں
۳۔ تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان، مولانا احمد حسن کانپوری
۴۔ الصمصام القاضب لراس المفتری علی اللہ الکذب، مولانا سید برکات احمد، ٹونکی
۵۔ عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب، مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی
۶۔ اطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان، مفتی، نعیم الدین مراد آبادی

حمایت میں کتابیں: اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان، عزیز الدین مراد آبادی، اہل حدیث
غیر جانبدار کتابیں: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، زید فاروقی دہلوی

الفقہ الاکبر کا تعارف:

الفقہ الاکبر یہ کتاب اہل سنت و جماعت کے منہج کے مطابق اسلامی عقیدہ کی تفصیل پر مشتمل ہے، اس کتاب کے مؤلف امام ابو حنیفہ ہیں، یہ کتاب علم کلام، اصول دین اور اسلامی عقیدہ کی اصل اور بنیاد سمجھی جاتی ہے، ماتریدیہ مذہب کے متکلمین اور علما کا اعتماد اسی کتاب پر ہے، اس کی شرح ماتریدی مذہب کے بانی ابو منصور ماتریدی نے کی۔

کتاب کے مشتملات

خطبہ کتاب (آغاز)۔
علم توحید کی دوسرے علوم پر فضیلت۔
توحید کی بنیاد اور عقیدہ۔
آمنت باللہ وملائکتہ الخ۔۔۔ کہنا واجب۔
بعث بعد الموت پر ایمان۔
قضاء و قدر پر ایمان۔
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت۔
کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کے کچھ مشابہ نہیں۔
اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تشریح۔
صفت کلام اور اس میں علما کا اختلاف۔
فعلی صفات اور اس میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف۔
اللہ تعالیٰ کی ذاتی و فعلی صفات ازلی ہیں۔
قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، نہ تو مخلوق ہے اور نہ حادث۔
اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔

اللہ تعالی کے ہاتھ، چہرہ، نفس بلا کیفیت ہیں۔
قضاء وقدر اللہ تعالی کی ازلی صفات میں سے ہے۔
اللہ تعالی نے مخلوق کو کفر ایمان سے سلامت پیدا کیا، پھر ہر ایک نے اپنے فعل اور اختیار سے کفر یا ایمان اختیار کیا۔
اللہ تعالی نے کسی مخلوق کو کفر پر جبر نہیں کیا۔
بندوں کے افعال کسبی ہیں، اللہ تعالی ان کا خالق ہے۔
بندوں کے افعال اللہ کے علم اور قضاء وقدر کے مطابق ہیں۔
انبیا کرام کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔
حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا اثبات۔
نبی کے بعد سب سے افضل خلفاء راشدین ہیں۔
کبیرہ گناہ سے مومن، کافر نہیں ہوتا۔
گناہ اس کے ارتکاب کرنے والے کے لیے مضر ہیں۔
طاعات اپنی شرطوں کے ساتھ مقبول ہیں اور گناہ سوائے شرک کے اللہ معاف فرماتا ہے۔
انبیا کے معجزات اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔
کفار اور فاسقین کے ہاتھوں پیش آنی والی خوارق کا بیان۔
اللہ تعالیٰ آخرت میں بلا کیفیت نظر آئے گا۔
ایمان تصدیق اور اقرار کا نام ہے۔
ایمان کم یا زیادہ نہیں ہوتا۔
مومنین ایمان میں برابر ہوتے ہیں، اعمال میں فرق ہوتا ہے۔
اسلام کا مطلب اور ایمان کی طرف اس کی نسبت۔
دین کا مطلب، یہ تمام شریعتوں کا جامع ہے۔
انبیا وصلحاء کی شفاعت برحق ہے۔
جنت اور جہنم مخلوق ہیں۔
قبر میں میت کے اندر روح کا اعادہ حق ہے۔
قبر کا عذاب برحق ہے۔

اعتقاد الأحباب کا تعارف:

یہ رسالہ مولانا احمد رضا خان کا لکھا ہوا ہے۔اس کا مکمل نام اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والال والأصحاب ہے۔یعنی احباب کا اللہ تعالیٰ، مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، آپ کی آل اور اصحاب کے متعلق عقیدہ۔اس میں دس عقائد کا بیان ہے:

عقیدہ اولی۔۔ذات وصفات باری تعالیٰ
عقیدہ ثانیہ۔سب سے اعلیٰ سب سے اولی
عقیدہ ثالثہ۔صدر نشینان بزم عزوجاہ
عقیدہ رابعہ۔۔اعلی طبقہ ملائکہ مقربین
عقیدہ خامسہ۔۔اصحاب سید المرسلین واہلبیت کرام
عقیدہ سادسہ۔۔عشرہ مبشرہ وخلفاء اربعہ
عقیدہ سابعہ۔۔مشاجرات صحابہ کرام
عقیدہ ثامنہ۔۔امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
عقیدہ تاسعہ۔۔ضروریات دین
عقیدہ عاشرہ۔۔شریعت وطریقت

اعتقاد الاحباب سے ایک عقیدہ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔آپ عقیدہ تاسعہ کے تحت لکھتے ہیں: ”فائدہ جلیلہ مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں۔

(۱)ضروریات دین: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہی جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) ضروریات مذہب اہلسنت وجماعت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) ثابتات محکمہ: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل اور التفات خاص کے نا قابل بنادے۔اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم وجمہور علماء کاسندِ وانی، فأن ید اللہ علی الجماعۃ(اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ت) ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطی وآثم خطاکار وگناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین وگمراہ نہ کافر وخارج از اسلام

(۴)ظنیات محتملہ: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو، ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل

مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقامے	ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی	اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔"[12]

تدریس کا انداز و منہج:

عموماً مدارس میں تدریس کا انداز یہ ہے کہ استاذ سبق پڑھاتا ہے اور طلبہ سنتے ہیں لیکن اکابر علماء کرام کا قدیم طرز تدریس یہ ہے کہ طلبہ کتاب خود حل کرکے لائیں اور استاذ کے سامنے سبق پڑھیں، جہاں اصلاح کی ضرورت ہو تو استاذ اصلاح کر دیا کرے۔ یہ طرز بہت مفید اور استعداد بنانے میں معاون ہے اور اس کے اچھے نتائج رہے ہیں۔ لیکن طلبہ کی تعداد جب بڑھ جائے تو اس طرز تدریس میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اسی وجہ سے عام مدارس میں اس کو تقریباً ترک کر دیا گیا ہے۔

علم الکلام کو درپیش تحدیات اور ان کا حل:

عصر حاضر میں دینی مدارس بہت سی تحدیات درپیش ہیں جن کو حل کیے بغیر اپنے اصل اہداف کی تکمیل دشوار ہے۔ اختصار و جامعیت کے ساتھ چند مسائل کی نشاندہی اور ان کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

فرقہ واریت کا مسئلہ

اس وقت امت مسلمہ کی تباہی اور بے سروسامانی کی وجہ اگرچہ ہر شعبہ حیات میں عدم توازن اور بے اعتدالی کا شکار ہے لیکن ہمارے ملک میں بدقسمتی سے فرقہ واریت نے جو ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اس کی وجہ سے مسلک، جماعت اور گروہ صرف خود کو مبنی برحق سمجھتے ہیں اور دوسروں کے افکار سنا تو درکنا ان کا وجود بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں اور بدقسمتی یہ عمل دینی مدارس کے فضلاء کی طرف سے زیادہ تر پایا جاتا ہے اور اگر عوام میں ایسی کوئی سوچ بھی ہے تو وہ بھی ان فضلاء کرام کی محنت کا نتیجہ ہے۔

دینی مدارس کے طلباء کی ایسی فکری، ذہنی اور عملی تربیت کی جائے کہ فرقہ واریت اور انتہاء پسندی کے خاتمہ کے لیے وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے امت مسلمہ کو وحدت کی چھتری تلے جمع کرنے کی کوششیں کریں۔ اور انہیں اس بات سے اچھی طرح باخبر کر دیا جائے کہ اختلاف رائے کو محض اختلاف رائے تک محدود رکھیں اسے مخالفت یا عداوت تک نہ لے جائیں۔ قرآن و سنت، سیرت نبویہ ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کے طرز عمل کو پیش کیا جائے اور ائمہ مجتہدین کے طریقہ اختلاف کی درست تفہیم ہونی چاہیے۔ علامہ ابن عبد البر مالکی (م ۴۶۳) سلف کے درمیان اختلاف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: «مَا بَرِحَ الْمُسْتَفْتُونَ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُحِلُّ هَذَا وَيُحَرِّمُ هَذَا فَلَا يَرَى الْمُحَرِّمُ أَنَّ الْمُحَلِّلَ هَلَكَ لِتَحْلِيلِهِ وَلَا يَرَى الْمُحَلِّلُ أَنَّ الْمُحَرِّمَ هَلَكَ لِتَحْرِيمِهِ»[13]

مفتی حضرات ہمیشہ فتوی دیتے رہے ان میں سے ایک حلال کا فتوی دیتا ہے اور دوسرا حرام کا فتوی دیتا ہے۔ حرام کا فتوی دینے والا یہ نہیں کہا حلال کا فتوی دینے والا اس فتوی کی وجہ سے ہلاک ہو گیا اور نہ حلال کا فتوی دینے والا یہ کہتا ہے کہ حرام کا فتوی دینے اس فتوی کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔"

صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

وأما الاختلاف في الأحكام فأكثر من أن ينضبط ولو كان كلما اختلف مسلمان في شيء تهاجرا لم يق بين المسلمين عصمة ولا أخوة ولقد كان أبو بكر وعمر رضي الله عنهما سيدا المسلمين يتنازعان في أشياء لا يقصدان إلا الخير .[14]

مسائل احکام میں تو اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ اس کا ضبط میں آنا ممکن نہیں۔ اگر کہیں ایسا ہوتا کہ جب بھی کبھی دو مسلمانوں میں کسی مسئلے کی بابت اختلاف ہو تو ایک دوسرے سے قطع تعلقی اختیار کر لی جاتی تو مسلمانوں میں کسی عصمت یا اخوت کا نام تک باقی نہ رہتا اور تحقیق ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جو مسلمانوں کے سردار ہیں ان کا مسائل میں بحث کرنے سے مقصود بھلائی ہوتا تھا۔"

اگر امت مسلمہ کے علماء اور ائمہ کے درمیان جن مسائل میں اختلاف ہوا ان کی تفصیل اکھٹی کی جائے تو کئی جلدوں میں بھی یہ آراہ نہیں سمائیں گی مگر اس کے باوجود ان اہل علم نے اختلاف رائے کو مخالفت تک جانے نہیں دیا۔ اس قسم کے اختلافات پر امام شاطبی (م-۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

قال القاسم لقد أعجبني قول عمر بن عبد العزيز ما أحب أن أصحاب رسول الله لم يختلفوا : لأنه لو كان قولا واحدا كان الناس في ضيق، وإنما أئمة يقتدى بهم؛ فلو أخذ أحد يقول رجل منهم كان في سعة [15]

قاسم نے کہا مجھے عمر بن عبد العزیز کا یہ قول بہت پسند آیا مجھے ہر گز یہ پسند نہیں کہ صحابہ نے بعض مسائل میں) آپس کے اندر اختلاف نہ کیا ہوتا۔ کیونکہ ان سے اگر ایک ہی قول مر دی ہوا ہوتا تو لوگ تنگی میں رہ جاتے، جبکہ صحابہ امام ہیں جن کی اقتدا ہونی چاہیے۔ چنانچہ کوئی شخص کسی ایک صحابی کا قول اختیار کر لے تو اس کیلئے اس کی گنجائش ہے۔"

ضروری نہیں کہ ہر رائے قابل عمل ہو اور نہ ہر رائے درست ہو سکتی ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ جو رائے درست ہو اس میں غلطی کا احتمال ہو اور قہ ہو اور فریق مخالف کی رائے غلط ہو مگر درست ہونے بھی احتمال رکھتی ہو اس لیے اختلافی مباحث میں صرف اپنی رائے کو ہی درست سمجھنا اور دوسروں کو بالکلیہ غلط سمجھنا اسلاف کا طریقہ نہیں تھا۔ امام غزالی (م ۵۰۵ھ) احیاء علوم الدین میں ایک مقام پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذه مسائل فقهية دقيقة والاحتمالات فيها متعارضة وإنما أقتنينا فيها بحسب ما ترجح عندنا في الحال ولسنا تقطع خطأ ترجيح المخالف فيها[16]

یہ دقیق ترین فقہی مسائل ہیں ان میں احتمالات کا بھی تعارض ہے اور ہمارے فتاوی انہی احتمالات پر مبنی ہیں جنہیں ہم فی الحال راجح سمجھتے ہیں اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ہماری رائے قطعی ہے اور فریق مخالف نے جن احتمالات کو ترجیح دی ہے وہ خطا پر ہیں۔

یہی بات امام ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) نے اپنے انداز میں اس طرح بیان کی ہے:

إذا سئلنا عن مذهبنا ومذهب مخالفينا في الفروع، يجب علينا أن نجيب بأن مذهبنا صواب يحتمل الخطأ ومذهب مخالفينا خطا يحتمل الصواب"[17]

جب ہم سے اپنے اور مخالف کے مذہب کے فروعی مسائل کے بارے میں سوال کیا جائے تو ہم پر لازم ہے کہ اس طرح جواب دیں کہ ہمارا مذھب درست ہے مگر خطا کا بھی احتمال ہے۔ اور ہمارے مخالف کا مذہب لغلط ہے مگر درست ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔"

اس لیے ائمہ و مجتہدین کے اختلاف کو بیان کرتے وقت ادب الاختلاف کو ملحوظ رکھا جائے اور طلباء کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ کسی بھی مسئلہ میں اہل علم سے اختلاف میں نزاع اور مخالفت تک نوبت نہ لے جائیں کیوں کہ یہ چیز فرقہ واریت کو ہوا دیتی ہے۔

تکفیری رجحان

عصر حاضر میں تکفیری رجحان کی یہ حالت اور کیفیت ہے کہ معمولی سی بات اور اختلاف رائے پر تکفیر کر دی جاتی ہے۔ اور اس طرز عمل کو عین اسلام کی خدمت کا نام دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ اور ائمہ عظام کے طریق کار سے یہ بات واضح ہے کہ تکفیر کا مسئلہ نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اس لیے جب تک مطلوبہ شرائط اور تکفیر سے مانع رکاوٹیں دور نہ ہو جائیں تب تک اس بارے کوئی رائے نہ دی جائے۔

دینی مدارس میں انگریزی زبان کی تعلیم

انگریزی زبان بین الاقوامی حیثیت کی حامل ہے۔ اور اہل مغرب کی ساری تحقیقات اور اسلام پر کئے گئے اعتراضات سب انگلش میں ہیں۔ اس لیے ہمیں انگلش سے نفرت کرنے کی بجائے اسے صرف ایک زبان تک محدود رکھیں اور زمانہ کے تقاضہ کے مطابق اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اس سے کام لیں اور جہاں شعائر اسلامی پر اعتراضات و تنقیدات ہوں ان کو پڑھ کر اس کا جواب دیں۔ انگریزی سمیت دیگر زبانوں کا سیکھنا اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں ہے۔ آپ لیا ہم نے حضرت بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا[18] اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ہم نے ان کو یہود کا رسم الخط سیکھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا "مجھے یہود کی تحریر پر اعتماد نہیں ہے۔" اور حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں نے پندرہ دنوں میں ان کا رسم الخط سیکھ لیا۔[19]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہود کی زبان اور رسم الخط کو سیکھنے کا حکم دے کر اس بات کی صراحت فرمادی کہ ضرورت کے پیش نظر دیگر اقوام کی زبانیں سیکھی جاسکتی ہیں۔لہذا عصر حاضر کا یہ ایک بڑا چیلنج ہے کہ دینی مدارس کے فضلاء کو انگریزی زبان میں مہارت ہونی چاہیے تا کہ وہ کسی بھی پلیٹ فارم پر اسلام کی ترجمانی کر سکیں۔

تحقیق و تدوین کے اصول سے واقفیت اور اس کی عملی مہارت

دور جدید میں ایجادات اور اکتشافات نے ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے انسانی ضروریات دن بدن بڑھ رہی ہیں اس لیے نت نئے مسائل کا حل اور اس بارے میں تحقیق وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ دینی مدارس کو فضلاء کو جہاں اسلامی علوم وفنون سے واقفیت ہوتی ہے وہاں انہیں اصول تحقیق و تدوین کا مضمون بھی لازمی پڑھانا چاہیے۔ جن میں طلباء کو پہلے با قاعدہ اور باضابطہ طور پر تحقیق اور مبادیات تحقیق کے حوالہ سے مطالعہ کرایا جائے۔ قرآن وسنت سے استدلال واستنباط کے اصول و قواعد، موضوع کا انتخاب، عنوان سازی، امہات الکتب سے مراجعت، حوالہ دینے کے طرق وغیرہ سے واقفیت ہونی چاہیے۔اس کے بعد انہی تحقیقی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان سے کسی بھی علوم اسلامیہ سے متعلقہ موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھوایا جائے۔اس میں دورائے نہیں کہ مدارس دینیہ کے فضلاء میں یونیورسٹیز کے طلباء کے مقابلہ میں اعلی استعداد ہوتی ہے جس سے وہ تحقیقی کام زیادہ عمدہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی کتنا ہی علمی کام کیوں نہ ہو اگر وہ تحقیقی اور علمی اسلوب میں پیش نہ کی جائے تو اس کی اصل قدر وقیمت نہیں رہتی۔

کمپیوٹر لیبز اور انٹرنیٹ کی سہولت

عصر حاضر میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت اس دور کی بہت بڑی ایجاد ہے۔ لمحوں میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک کوئی بھی پیغام اور مواد بھیجا جا سکتا ہے۔ اور برقی کتب خانوں کی بدولت کمپیوٹر پر ایک جگہ بیٹھ کر سینکڑوں کتب کھنگالی جاسکتی ہیں اور انٹرنیٹ سے دنیا کے کسی بھی خطہ میں موجود کتاب آن لائن پڑھی یاڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔ اس لیے دینی مدارس میں کمپیوٹر کی تعلیم لازمی ہونی چاہیے اور انٹرنیٹ سے کس طرح علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔اس کے بغیر ہمارا محقق، تحقیق کے میدان بہت پیچھے ہو گا۔اور زمانہ نجانے کہاں پہنچ چکا ہو۔کچھ مدارس میں اس بارے میں پیش رفت ہوئی ہے جو کہ پسندیدہ امر ہے، اسے عام ہونا چاہیے۔[20]

جتنے بھی مدارس جو درجہ علیا تک تعلیم دیتے ہیں انہیں انہیں اپنے طلباء کو یہ سہولیات دینی چاہیں۔اور یہ اعتراض کافی نہیں ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی بدولت ہی علمی کام کیا تھا۔؟اس لیے کہ ان بزرگوں کے پاس جو قوت حافظہ اور یادداشت تھی وہ آج نہیں ہے۔؟اور جس قدر ان میں محنت ومشقت اٹھانے کا جذبہ تھا وہ بھی مفقود ہے۔ آج ہمتیں پست ہیں، اور ذہن خالی ہیں۔اور نہ ویسی استعدادیں ہیں، اس لیے اگر کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے فائدہ اٹھایا جائے تو بہت کم وقت میں بہت زیادہ حوالے تلاش کیا جاسکتے ہیں۔ایک ہی جگہ بیٹھ کر تمام کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو کام کی نوعیت پر منحصر ہیں۔

میڈیا کے ذریعے کردار کشی

دینی مدارس کو ایک اور فکری درپیش بڑا چیلنج عالمی میڈیا اور ذرائع ابلاغ ہیں۔ان کی کردار کشی کی مہم ہے جو منظم اور مربوط طور پر چلائی جارہی ہے اور مدارس کی ایسی مکروہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جارہی ہے جو حقیقت کے منافی اور انتہائی نفرت انگیز ہے اور ایسی اسکالرز کی جماعت تیار کرنے کی ضروت ہے جو کسی بھی عالمی یا ملکی مسئلہ پر اسلامی نقطہ نظر کو واضح کر سکیں۔اور شرعی حدود وقیود میں رہتے ہوئے میڈیا پر آئیں اور اسلام کی ترجمانی کریں۔

مشترکہ نصاب مشترکہ مدارس کا قیام

اس وقت ہر مسلک کے اپنے ادارے قائم ہیں جن میں دوسرے مسالک کے لوگوں کو داخلہ نہیں مل سکتا یہ بھی ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ ظاہر جب یہ صورت حال رہے گی تو ہم آہنگی پیدا نہیں ہوگی اس لیے ایسے ادارے اور مدارس قائم کیے جائیں جن میں متفقہ علیہ امور کی تعلیم ہو اور فرقہ واریت پر مبنی نصاب اور مواد نہ ہو تو اس سے انتہا پسندی پیدا نہیں ہوگی اور ایک دوسرے سے محبت اور برداشت کے جذبات پیدا ہونگے۔

خلاصہ کلام

درس نظامی کئی سالوں پر محیط ایک شاندار اور ہمہ گیر تعلیمی نظام ہے۔ جس میں مدرسہ کی بنیاد نظام الدین طوسی نے رکھی اور درس نظامی کے نام سے ایک خاص طرز پر نصاب کی تدوین ملا نظام الدین سہالوی نے کی۔ اس نصاب میں گیارہ اہم علوم پر مشتمل تمام دقیق کتابوں کو شامل کیا گیا اور طرز تدریس ایسا طے کیا گیا کہ اس نظام سے پڑھنے والے ہر شد بد سے واقف ہوں اور واقعتاان کا شمار فضلاء میں ہو۔ موجودہ دور میں بھی یہ نظام پوری آب و تاب کے ساتھ رائج ہے۔ پاکستان میں مدارس کا ایک مضبوط نظام ہے جس کے تحت کل پندرہ بورڈز ہیں جن کا تنظیمات مدارس سے الحاق ہے اور ان میں منتخب علمی سرمایہ طالبان علم کی فیض یابی کے لیے موجود ہے۔ ہر علم سے متعلقہ کتب مہیا کی جاتی ہیں اور ممکن بنایا جات اہے کہ وہاں سے پڑھنے والے اس علم کے ماہر ہوں۔ مدارس کے اساتذہ کا منہج بھی خاص ہوتا ہے جس سے طلبا میں علمی پختگی آتی ہے۔ مدارس کے اس شاندار نظام میں موجودہ دور کی مناسبت سے مزید کئی گنا بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ اس دور کے اپنے تقاضے ہیں اور تحقیق و تعلم کے میدان میں بھی نت نئے طریقہ کار ہیں۔ مدارس کے افراد کو موجودہ سہولیات کی دستیابی کے ساتھ جدید آلات سے واقف ہونا اور جدید طرز تحقیق کا ماہر بنانا از حد ضروری ہے۔ وہاں پر کمپیوٹر لیبز اور انٹرنیٹ کی دستیابی کو تعلیمی مقاصد کے لیے مہیا کے لیے دستیاب کرنا چاہیے تاکہ طلباء معاشرے میں موجود فتن سے واقفیت کے ساتھ ان کے رد کا شعور رکھتے ہوں۔ نیز فرقہ واریت کی فضا کو مدارس سے ختم کرنا چاہیے۔

حوالہ جات

[1] م لا نظام الدین محمد، بانیِ درسِ نظامی، نامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۳ء، ص ۲۵۹

[2] لویس معلوف، المنجد فی اللغۃ والاعلام، دارالمشرق، ۱۹۷۵ء، ص ۷۴۵

[3] ایضاً، ص:766

[4] تاریخ ابن خلدون، ج:1، ص:485

[5] غراض شرح عقائد مفتی محمد یوسف القادری، شبیر برادرز، ص:33

[6] الجرجانی، التعریفات، دارالقلم بیروت لبنان 1984، ص:458

[7] ابو اویس مفتی محمد یوسف القادری، اغراض شرح عقائد، شبیر برادرز لاہور ص:35

[8] علامہ محب اللہ نوری صاحب، سیرت حضرت گنج شکر علیہ الرحمۃ، ص:19۔۲۰

[9] مکتوبات امام ربانی دفتر اول 'حصہ چہارم 'فارسی 'صفحہ 70

[10] تمہید ابو شکور سالمی 'مترجم 'تعارف 'صفحہ 24

[11] اشرف علی تھانوی، حکایات اولیاء (ارواح ثلاثہ)، دیوبند: کتب خانہ رحیمیہ۔ صفحہ:98

[12] فتوے رضویہ: جلد ۲۹

[13] ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، جامع بیان العلم وفضلہ، (المملکۃ العربیۃ السعودیہ: دار ابن الجوزی، ۱۴۱۴ھ) ۲:۹۰۲

[14] ابن تیمیہ، احمد بن عبد العلیم، ابو العباس، مجموع الفتاوی (دار الوفاء ۱۴۲۶ھ) ۲۴۰:۱۷۳

[15] الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات، (دار این عفان ۱۴۱۷) ۵۰:۲۸

[16] الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفیہ، سان)، ۲:۳۲۶

[17] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ)، ۱:۳۳۰

[18] الترندی، محمد بن عیسی، ابو عیسی، السنن، (مصر: مطبعۃ مصطفی البانی الحلبی، ۱۳۹۵ھ)، ۵:۶۷، حدیث:۲۷۱۵

[19] الترمذی، السنن، حدیث ۲۷۱۵